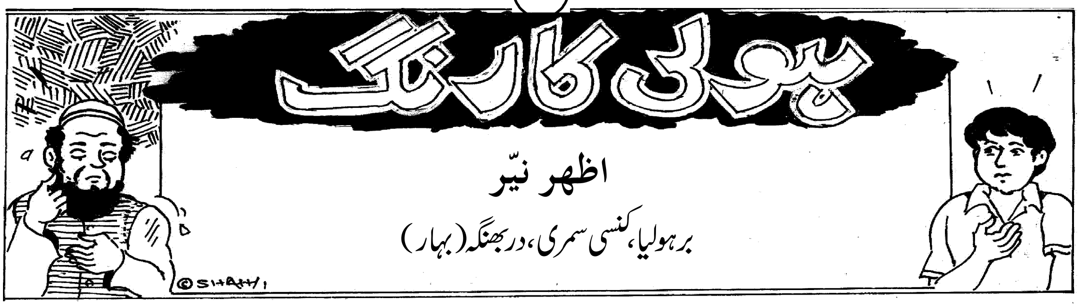

ہولی کا رنگ

اظہر نیّر

برہولیا، کنسی سمری، دربھنگہ (بہار)

راجیش (راجو) اپنے والدین کا اکلوتا لڑکا تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا۔ تبھی ایک کار حادثے میں اُس کے والد پرمود کی موت ہوگئی تھی۔ راجو کی ماں ریتا دیوی کار کے مالک رحیم میاں کے یہاں نوکری کرتی تھی۔ رحیم میاں راجو کی ماں ریتا دیوی کو اپنی بہن مانتے تھے۔ بہن جیسا سلوک کرتے تھے۔ وہ راجو کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا خیال رکھتے۔ اس کی پڑھائی کا پورا خرچ رحیم میاں ادا کرتے تھے۔ جب راجو گاؤں کے اسکول سے فارغ ہوا تو رحیم میاں نے اس کا داخلہ شہر کے اچھے اسکول میں کروایا اور ہاسٹل میں جگہ دلا دی۔ رحیم میاں کو کوئی اولاد نہیں تھی۔ راجو کو ہی اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ راجو کی ماں ریتا دیوی رحیم میاں کی تعریف کرتی اور احسان مند رہتی۔

راجو جب بھی شہر سے آتا تو رحیم میاں سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا۔ نفرت کرتا تھا۔ ہاسٹل میں اس کے دوست رحیم میاں کے خلاف کچھ نہ کچھ کہتے رہتے۔ راجو کے دوستوں کے مطابق اس کے والد کی موت کے ذمہ دار صرف رحیم میاں تھے۔ رحیم میاں کی کار نہیں چلاتے تو میرے والد حادثے کا شکار نہیں ہوتے۔ وہ یہی سوچتا رہتا۔ اس کے دوستوں نے بھی نفرت کو ہوا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

ہولی کی چھٹیوں میں رحیم میاں راجو کے ہاسٹل اس کو لینے گئے۔ راجو کو لے کر بازار جا کر دو دو جوڑے کپڑے خریدے، راجو سے بات کرنا چاہتے تھے مگر راجو ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ انھوں نے اس کے باپ کو مار ڈالا ہے کیونکہ وہ اس کے پتا جی سے الگ تھے۔ دوسرے مذہب کے تھے۔

راجو پندرہ سال کی عمر میں اس طرح کی باتیں کہنے لگا تھا۔ رحیم میاں اور ان کی بیگم کو اس طرح کی باتوں سے دلی تکلیف ہوتی تھی، مگر دونوں ہر بات کو نظر انداز کرتے رہے۔ راجو کو ماں بھی بہت سمجھاتی رہتی، مگر وہ دوستوں کی بات کو زیادہ مانتا تھا۔ ہولی کے دن رحیم میاں اور ان کی بیگم نے راجو کو ڈھیر سارا سامان لا کر دیا۔ ہر طرح کا رنگ، گلال، پچکاری، کھلونے وغیرہ صرف راجو کے لیے تھے، راجو کی ماں ریتا دیوی کے لیے رحیم میاں نے نئے کپڑے دیے۔ رحیم میاں کی بیگم اور رحیم میاں نے ریتا دیوی سے کہا کہ بہن آج ہولی کا دن ہے ہم لوگوں نے بھی نئے کپڑے پہن لیے ہیں، اب تم بھی اور راجو کو بھی نئے کپڑے پہنا دو، پھر ہم لوگ مل کر ہولی کھیلیں گے۔ بیگم صاحبہ نے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنایا

اور راجو کو کھلاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔’’راجو میں تمہارے پتاجی کو اپنے بھائی کی طرح مانتی تھی، جس روز یہ حادثہ ہوا میں نے ان سے کہا کہ پرمود بھائی آج گاڑی لے کر نہیں جائیں مجھے اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں شادی میں جانا ہے، مگر انھوں نے کہا کہ میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔ ایک دوست سے ملنے جانا ہے بہت ضروری کام ہے۔ جلد ہی واپس آجاؤں گا۔ میں ان کو منع بھی نہیں کر سکتی تھی، حادثہ ہو گیا، خدا کو یہی منظور

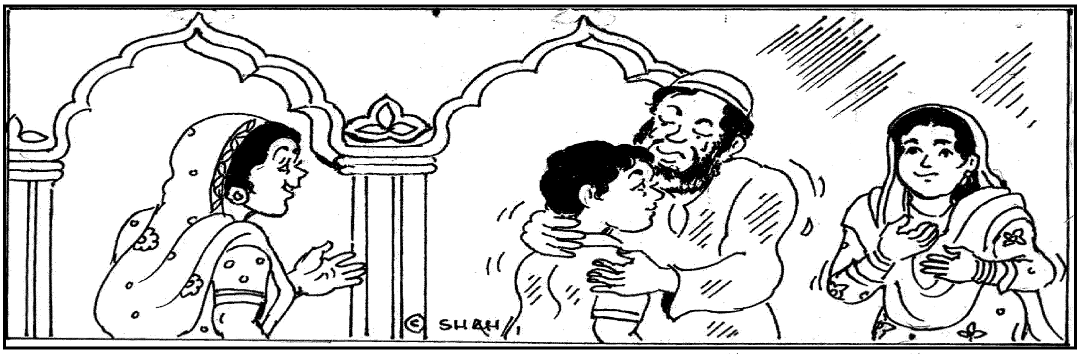

تھا۔‘‘ اتنے میں رحیم میاں آگئے اور راجو کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے’’راجو بیٹے ہماری اور پرمود بھائی کی دوستی پورے علاقہ میں مشہور تھی۔ نوکر اور مالک کا سوال نہیں تھا۔ ایک دوسرے کے لیے جیتے تھے اور بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔‘‘

راجو کے دل میں دوستوں نے ان دونوں کے لیے نفرت ڈال دی تھی۔ وہ اپنی ماں سے کہتا تھا کہ تم یہاں کام کیوں کرتی ہو۔ نوکرانی ہو کیا؟ اس کی ماں کہتی کہ راجو میں یہاں نوکرانی نہیں ہوں، میں اپنا گھر سمجھ کر کام کرتی ہوں، مگر راجو ماننے کو تیار نہیں تھا۔

مذہب سے ہٹ کر رحیم میاں اور ان کی بیگم، رنگ گلال لے کر راجو کی ماں کے ساتھ ہولی کھیلنے لگے اور راجو نے بھی اپنے ہاتھوں سے رحیم میاں کو رنگ لگایا۔ پھر بہت دیر تک سبھی ایک دوسرے کو رنگ لگاتے رہے۔ راجو نے رحیم میاں اور ان کی بیگم پر پوری بالٹی کا رنگ ڈال دیا اور خوشی سے جھوم گیا۔ رحیم میاں بھی راجو کو گلے لگا کر بہت دیر تک پیار کرتے رہے۔ پھر راجو نے رحیم چچا جان کہہ کر پاؤں چوم لیے اور کہا کہ چچا جان آج ہولی کے تہوار کے موقع پر ساری برائیاں ختم ہوں گی، سب باتوں کو بھول کر چچا جان مجھے معاف کر دیجیے۔ آئندہ پھر کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

راجو کے منہ سے چچا جان کہنے پر رحیم میاں کو بے حد خوشی ہوئی، ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ انھوں نے راجو کو گلے لگالیا۔

بچو! دیکھو غلط فہمی، بہت ہی خراب چیز ہوتی ہے دوسرے کے کہنے پر نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ حقیقت جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ معافی مانگنے والے سے معاف کرنے والا بڑا ہوتا ہے۔

انسانیت بڑی چیز ہوتی ہے۔ ہمیشہ انسانیت کے اصولوں پر چلنا چاہیے۔ OO